TQ Class 42 Surah Al-Imran 64-77 Tafseer

تفسیرآل عمران64-77

آیت نمبر 64

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ ۚ فَإِن تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ

ترجمہ: کہو، "اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھیرائیں، اور ہم میں سے کوئی اللہ کے سوا کسی کو اپنا رب نہ بنا لے" اس دعوت کو قبول کرنے سے اگر وہ منہ موڑیں تو صاف کہہ دو کہ گواہ رہو، ہم تو مسلم (صرف خدا کی بندگی و اطاعت کرنے والے) ہیں.

اب ایک تیسری تقریر شروع ہو رہی ہے -جس کے مضمون پر اگر آپ غور کریں تو اندازہ ہوتا ہےکہ یہ تقریر غزوہِ بدر اور غزوہِ احد کے درمیانی دور کی ہے- اور اگر ان تینوں تقریروں پر غور کیا جائے -تو ان کے درمیان بہت گہری مناسبت ہے شروع سورۃ سے لے کر یہاں تک محسوس تو نہیں ہوتا کہ کوئی ربط ٹوٹا ہے- یہاں سے جو تقریر شروع ہو رہی ہے- اس کا انداز صاف بتاتا ہے کہ مخاطب اہلِ کتاب ہیں -جب بھی بنی اسرائیل کہا گیا تھا- تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم مراد تھی -یہاں اھل کتاب جن میں عیسائی اور یہودی دونوں شامل ہیں- اس سےتیسری تقریر ہے -کہ اللہ رب العزت بتاتے ہیں -کہ کونسی ایسی چیز ہے- جس کے ذریعے سے اہلِ کتاب پر حجت تمام کی جائے -حضرت موسی علیہ السلام کی اصل حقیقت واضح کی جائے -لوگوں پر حجت تمام کی جائۓ - دونوں کو مخاطب کر کے توحید اور اسلام کی دعوت دی جا رہی ہے -آغاز اس طرح سے کیا گیا کہ **كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ** اللہ تعالی نے توحید کو ایک مشترک حقیقت قرار دیا- اسلام جو دعوت لے کر آیا -اور پچھلے تمام انبیاء اور صحیفوں میں بھی جس چیز کی دعوت دی گئی -ان تمام دعوتوں کا مرکزی نکتہ توحید تھا - اللہ تعالی فرماتے ہیں- ترجمہ کہو اے اہلِ کتاب آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے- مسلمانوں کو طریقہ بتایا جارہا ہے -کہ یہود و نصاری جو بھی دین کو ماننے والے نہیں ہیں جب ان کومخاطب کرنا ہو تو دین کی دعوت دینے کا حکیمانہ طریقہ بتا یا جا رہا ہے- کہ جب تم دعوت دینے لگو-تو ایسی چیز سے اپنی بات کا آغاز کرو -جو دو گروہوں دو لوگوں دو خاندانوں دو جماعتوں کے درمیان مشترک ہو- اور آپس میں جانی پہچانی جاتی ہو- توحید بھی اہلِ کتاب اور مسلمانوں کے درمیان مشترک رہی ہے - اسی لئے اللہ تعالی نے اسی مشترک کلمے کے ذریعے بات کا آغاز فرمایا -کہ جب مسلمانوں اور اہلِ کتاب کے درمیان توحید کی حقیقت مشترک ہے- تو پھر اہلِ کتاب کو غور کرنا چاہئے -کہ اسلام بھی اس چیز کی دعوت دیتا ہے- وہ ہی ہے جو کہ اہلِ کتاب یہودی اور عیسائی دیتے ہیں -اور اس سے ہمیں ایک بات یہ بھی پتا چلتی ہے- کہ بحث کی جائے تو اس طرح سے کہ **ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ** (16:125)

ترجمہ: اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت حکمت اور اچھی نصیحت کے ذریعے سے ہونی چاہیۓ-

اس سے فائدہ کیا ہوتا ہے ؟کہ بات کو انسان آگے بڑھاتا ہے - تو بات راستہ پکڑتی ہے ۔ انفرادیت کی بجائے یہ نہیں ہوتا کہ انسان اپنے آپ کو اہم سمجھ رہا ہے،اور اپنی بات کا لوہا منوانا چاہتا ہے ۔بلکہ دھونس جمانے کی بجائے اور صرف اپنی بات کرنے کی بجائے ایسی بات کی جائے-جس سے دوسرے لوگ بھی اس کے مدعی ہوں- اھل کتاب کے آسمانی صحیفوں میں توحید کی حقیقت موجود تھی ۔ اگر بعد میں انہوں نے نبیوں اور صحیفوں کے آنے کے بعد اپنے دین میں تبدیلی پیدا کر لی، تو اس کی دین میں کوئی گنجائش نہیں تھی ۔اہل کتاب آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے درمیان مشترک ہے۔ اس سلسلے میں صلح حدیبیہ کے بعد رسول اللہ ﷺ نے مختلف ملکوں کے بادشاہوں کو اسلامی دعوت دینے کے لئے جو خطوط لکھے تھے - ان میں سے آپ ﷺ نے جو ھرقل شاہ روم کو ایک خط بھیجا تھا ۔ اس میں بھی دعوت دی تھی اور دعوت کے بعد یہی آیت 64آپ ﷺ نے نقل کی ۔

حدیث : حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے مجھ سے ابو سفیان نے بیان کیا ۔کہ ھرقل نے رسول اللہ ﷺ کا خط منگوایا اور اسے پڑھا تو اس میں لکھا تھا- **بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ**۔ محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ھرقل عظیم روم کے نام سلام ہو۔ اس پر جو راہ حق کا اتباع کرے۔ **اما بعد** میں تمہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔ اسلام قبول کرلو سلامتی پاؤ گے۔ اللہ تمہیں دگنا اجر دے گا۔ اور اگر رو گردانی کی تو عیسائیوں کا گناہ تمہارے سر پر ہوگا ،اس کے بعد یہی آیت تھی۔ **بخاری، مسلم ،نسائی**

پس رسول اللہ ﷺ نے شاہ روم کو بھی دعوت اسلام دینے کے بعد یہی آیت کریمہ لکھی تھی ۔ دعوت حق کا آغاز کارڈ پر لکھ کر یا کسی بھی اچھے طریقے سے یہ بات بتا سکتے ہیں۔ پہلی بات جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے۔ اس سے مراد کلمہ توحید ہے۔ یہ عقیدہ ہے -جو ان کے مقدس صحیفے تھے۔ اس کے اندر بھی یہ بات موجود تھی -**سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ** پہلی چیز **أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ** کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں۔ اللہ کی بندگی ذات اختیارات میں اس کی صفات میں حقوق میں یعنی ہر چیز میں اللہ کی بندگی کرنی ہے ۔ دوسری **وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا** اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے۔ اور یہ جو چیز تھی یہ ان کے صحیفوں میں بھی تھی جیسے۔ لوقا میں ہے کہ یسوع نے جواب میں لکھا ہے کہ تُو اپنے خدا کو سجدہ کر۔ اور اسی کی بندگی کر اسی طرح مرکز میں کہ یسوع نے جواب دیا ۔ ہمارا ایک ہی خداوند ہے ۔اور ہمیشہ کی زندگی یہ ہے ۔کہ وہ خدا برحق ہو۔ اور اس ابن مسیح کو جسے تُو نے بھیجا ہے۔ جانے **موطاء**میں ہے۔کہ اس نے اس سے کہا ۔کہ تُو مجھ سے نیکی کی بات کیوں پوچھتا ہے؟ نیکی تو ایک ہی ہے۔ اور وہ ہے توحید ۔ تُو مجھے نیک کیوں ٹھہراتا ہے۔ نیکی تو ایک ہی ہے اور وہ اللہ کی ذات ہے ۔تیسری چیز کہ ہم میں سے کوئی اللہ کے سوا کسی کو اپنا رب نہ بنائے ۔ اس آیت میں حضرت مسیح علیہ السلام اورحضرت عزیرعلیہ السلام کی الوہیت کا انکار ہے۔حضرت مسیح علیہ السلام کو عیسائی اورحضرت عزیر علیہ السلام کو یہودی اللہ کا بیٹا مانتے ہیں۔ فرمایایہ تو ہماری اور تمہاری طرح انسان تھے۔ معبود کیسے بن گئے۔ اس میں ان لوگوں کی بھی تردید ہے جنہوں نے اللہ کا دین حاصل کرنے میں لوگوں کی اندھی تقلید کی ہے ۔جس میں شخصیت پرستی بھی آتی ہے۔ اور ان کی حلال کردہ چیزوں کو حلال اور ان کی حرام کردہ چیزوں کو حرام جانا ۔اور اس طرح انہیں اپنا معبود بنا لینا ۔

حدیث : امام ترمذی نے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے-رسول اللہ ﷺ نے قرآن کی یہ آیت پڑھی کہ **اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ** "انہوں نے اپنے احبار یعنی یہودیوں کے علماء اور عیسائیوں نے اللہ کو چھوڑ کر انہیں اپنا ربّ بنا لیا"۔ اور کہتے کہ یہ لوگ ان علماء کی عبادت نہیں کرتے تھے -لیکن وہ علماء جب ان کے لئے کوئی چیز حلال کر دیتے تو اسے حلال سمجھتے اور جب کسی چیز کو حرام کر دیتے تو اسے حرام سمجھتے ۔ تو اللہ تعالی نے ان کے اس فعل کو ان کا معبود بنا لینے کے مترادف ٹھہرایا-

حدیث : سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ پہلے عیسائی تھے- آپ ﷺ سے پوچھا! کہ ہم نے اپنے علماء کو رب تو نہیں بنا رکھا- آپ ﷺ نے فرمایا کیا یہ بات نہ تھی؟ کہ وہ جس چیز کو حرام کہتے -تو تم اسے حرام تسلیم کرتے -جس کو وہ حلال ٹھہراتے- تو تم حلال کہتے یہی معبود بنا لیناہوتا ہے-

جب شادی بیاہ ہوتی ہے- تو کیا رسم و رواج ہوتے ہیں- اصل بات یہ ہے -کہ شادی بیاہ کے رسم و رواج ہوں یا غم وسوگ کے یا عام معاشرہ کی چیزیں -جو ہم نے خود پر لاگوکرلی ہیں- جن کا قرآن حدیث میں کوئی لنک نہیں ملتا -تو وہ بھی یہی ہے -کہ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ یہ چیز اللہ کو پسند نہیں ۔ اور اس سسلے میں ہمیں اپنی زندگیوں کا جائزہ ضرور لینا چاہیے- کیونکہ خالی قرآن کو پڑھنا -جبکہ ہماری عملی زندگی میں آیات زندہ نہ ہوں -جب عمل کی باری آئے- تو آیات بند ہوں مردہ ہوں -تو پھر یہ بڑی عجیب چیز ہے- اس آیت میں تین باتیں خاص ہیں- ایک اللہ کی عبادت اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا- کسی انسان کسی گروہ کسی جماعت کسی خاندان کو شریعت سازی کا خدای مقام نہیں دیا جا سکتا ۔ یہ ہے وہ کلمہ جس پر اہل ایمان کو اتحاد کی دعوت دی گئی- انہی تین نکات کو ہماری زندگیوں کی بنیاد بننا چاہیے ۔ ایسی لیے تو رسول اللہ ﷺ نے ہرقل کو بھی یہی بات فرمائی تھی- ہمیں بھی ساتھ ساتھ اپنی زندگی کا جائزہ لینا چاہیے- کہ ہم کیا کریں؟اور ہمارا حال کیا ہوتا ہے؟ اس کی مثال آپ اسی سے دیکھ لیں-

مفہوم حدیث : کہ جب ہرقل کے پاس وہ خط پہنچا -تو اس نے اپنے درباریوں کو بلایا- اور ان کو اپنی مملکت کو کمرے میں بند کر کے خط سنایا -اور کہا کہ اگر مسلمان ہو جاؤ تو ہدایت پاؤگے- اور تمہارا ملک بھی تمہارے پاس رہے گا- مگر وہ لوگ اس دعوت پر تلملا اٹھے- اور باہر بھاگنا چاہا -ہرقل نے انہیں دوبارہ بلا کر کہا- بس میں تو تمہاری صرف آزمائش کر رہا تھا -کہ تم اپنے دین میں کتنے پختہ ہو- چنانچہ انہوں نے ہرقل کو سجدہ کیا- اور اس سے خوش ہو گئے- یہ بخاری کی طویل حدیث کا حصہ ہے-

بعض لوگ کہتے ہیں -کہ وہ مسلمان ہو گیا تھا لیکن اتنا مضبوط مسلمان نہیں تھا- وہ دیکھنا چاہتا تھا -اگر وہ ایمان لے آتے تو ٹھیک -مگر جب انہوں نے کہا کہ نہیں ہم اپنے دین کو نہیں چھوڑ سکتے- تو اس بات سےوہ ڈر گیا- اس سے پھر عمل کے لیے اصول کیا ملتا ہے؟ کہ جس چیز کو اللہ نے حلال کیا ہے -وہ حلال ہے -جس کو اللہ نے حرام کیا ہے وہ حرام ہے- اور دوسری بات کہ اپنی پوری زندگی میں ہمیں یہ جائزہ لینا چاہیے- کہ اطاعت قرآن اور حدیث کے تحت ہونی چاہیے ۔ توحید تو اصل عبادت ہے-اور اگر ہم اس سے ہٹ کر رہیں، تو اس کا مطلب ہے -کہ ہم نے سپردگی اور حوالگی میں اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کرنے میں کمی کی ہے- ہم منہ سے تو کلمہ پڑھتے ہیں -لیکن ہماری باقی زندگی میں اسلام کو اور

توحید کو وہ مقام نہیں ملا -جو کہ ہمیں دینا چاہیے تو اور اگر وہ اس دعوت کو قبول کرنے سے منہ موڑیں۔ تو صاف کہہ دو- کہ گواہ رہو -ہم تو مسلم ہیں - ایک طرف عیسائیوں کو اور یہودیوں کو یہ بات کہی جارہی ہے -کہ اگر وہ انکار کریں -تو تم یہ کہہ دو- کہ ہمیں تو صرف اسی کا کہنا ماننا ہے۔ اور اس کے ساتھ عملی زندگی میں بھی اسی چیز کو رواج دینا چاہیے -ایک اللہ کی بندگی اپنے تمام معاملات میں حلال و حرام کے لین دین کے جینے مرنے کے یا کچھ بھی ہیں۔ اگر ہم نے اس سے ہٹ کر کیا ؟تو پھر اللہ کے ہاتھ ہماری پکڑ ہوگی۔

آپ دیکھیں کہ اہل کتاب کی طرف سے رسول اللہ ﷺ پر یہ سوال ہوا تھا -کہ آپ کا قرآن یہ کہتا ہے -کہ احبار کو رب بنا لیا جب کہ ہم تو ان کو رب نہیں مانتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا یہ بات نہیں ہے کہ وہ کہ جو وہ حلال کہتے ہیں- تم بھی حلال کہتے ہو -جو وہ حرام کرتے ہیں- تم اس کو حرام کہتے ہو۔ یہی رب بنانا ہوتا ہے۔ سائل نے کہا۔ یہ بات تو ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تو یہی بات کہ جب کسی کی اس طرح بات مانی جائے -کہ اس کاحلال حرام کا حق تسلیم کر لیا جائے-تو دراصل یہ چیز اس کی عبادت کرنا ہی ہے-

ظاہر ہم سجدہ اللہ کا کو کر رہے ہیں۔ لیکن شریعت سازی اور زندگی میں طور طریقے بندے کے مان رہے ہیں۔ موجودہ زندگی میں بگاڑکی وجہ ہی یہ ہے۔ کہ ہم نے اللہ کو توحید دین سنت کو سیرت کو چھوڑ دیاہے۔ اگر سب انکار کریں۔ تو ہمیں یہ کہنا چاہیے۔ کہ لوگو! تم گواہ رہو۔ کہ ہم مسلمان ہیں۔ توحید تو یہ ہے -کہ اللہ حشر میں خود فرمائےکہ یہ بندہ دونوں جہاں میں میرے لیے تھا -اس طرح اس نے توحید کا حق ادا -یہ حق تو صرف اللہ کا تھا -جب وہ خالق ہے اللہ نے ہمیں مخلوق بنایا۔ اللہ نے انسان کو بنانے کے ساتھ قرآن بھی تو دیا۔ کہ اس پر عمل کریں۔ ہدایت کی کتاب جو انسان کے لیے ایک مقصد ہے۔ موجودہ زندگی میں اور دنیا میں جتنا بگاڑ ہے۔ آپ اخبار پڑھیں -تو آپ پڑھ نہ سکیں -آپ باتیں سنیں تو سن نہ سکیں۔ آپ خبریں سنیں تو سن نہ سکیں -کسی پریشانی ڈپریشن، ہارٹ اٹیک، تکلیف، بیماری، شوگر اتنی زیادہ تباہی ہے -وجہ کہ ہم نے کتاب اللہ کو چھوڑ دیا ہے -توحید کو چھوڑ دیا ہے۔ دین اسلام کو چھوڑ دیا ہے -تو اگر دنیا انکار کرے سارے لوگ انکار کریں۔ تو ہمیں کیا کہنا چاہئے۔ **فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ** کہ لوگو تم گواہ رہو- کہ ہم مسلمان ہیں۔۔

آیت نمبر 65

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تُحَاجُّونَ فِي إِبْرَاهِيمَ وَمَا أُنزِلَتِ التَّوْرَاةُ وَالْإِنجِيلُ إِلَّا مِن بَعْدِهِ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ

ترجمہ : اے اہل کتاب!تم حضرت ابراہیم کے بارے میں ہم سے کیوں جھگڑا کرتے ہو؟ تورات اور انجیل تو حضرت ابراہیم کے بعد ہی نازل ہوئی ہیں پھر کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے۔

یہود و نصاری مشرکین اور مسلمان سبھی یہ دعویٰ کرتے ہیں۔ کہ ھم ملتِ حضرت ابراہیم میں سے ہیں۔ جھگڑا تو اس بات پر تھاکہ یہودی کہتے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام یہودی تھے -عیسائی کہتے 'کہ وہ عیسائی تھے۔ اہلِ مکہ مشرکین یہ کہتے تھے۔ کہ ہم ان کی نسل میں سے ہیں -اللہ تعالیٰ نے یہاں پر یہ آیت نازل کر دی -اور ان کی باتوں کو جھٹلایا، فرمایا کہ تورات تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تقریباً ایک ہزار سال بعد نازل ہوئی -اور انجیل تقریباً دو ہزار سال کے بعد۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام تو

امام تھے۔ نہ کہ پیروکار نہ وہ یہودی تھے ۔نہ وہ عیسائی تھے۔ تمہیں عقل نہیں ہے ۔پھر کیوں جھگڑتے ہو۔

آیت نمبر 66

هَٰأَنتُمْ هَٰؤُلَاءِ حَاجَجْتُمْ فِيمَا لَكُم بِهِ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَاجُّونَ فِيمَا لَيْسَ لَكُم بِهِ عِلْمٌ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ

ترجمہ: تم لوگ جن چیزوں کا علم رکھتے ہو اُن میں تو خوب بحثیں کر چکے، اب ان معاملات میں کیوں بحث کرنے چلے ہو جن کا تمہارے پاس کچھ بھی علم نہیں اللہ جانتا ہے، تم نہیں جانتے

تم لوگ جن چیزوں کے بارے میں علم رکھتے ہو ۔ اس پر تو خوب بحثیں کر چکے۔ اب ان معاملات میں کیوں بحث کرنے چلے ہو جن کا تمہارے پاس کچھ بھی علم نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کی طرف مسلمانوں کو اور اہل کتاب کو اور زمانے کے جو مشرک تھے۔ ان سب کو توجہ دلائی ہے ۔کہ یہود نصاری اور جو مکہ کے مشرک تھے۔ سب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا پیشوا بھی تسلیم کرتے تھے۔ اور اس کے باوجود ان میں شدید اختلافات تھے۔ یعنی ایک کو اپنا جب امام مانا جاتا ہے۔ توسب اس کے پیروکار ہوتے ہیں۔ اورجھگڑا ختم ہو جاتا ہے ۔ اصل اس سے مراد یہ ہے۔ کہ ایسی باتوں میں تمہیں جھگڑے کا حق پہنچتا ہے ۔جس کا تمہارے پاس علم ہے ۔جیسے مثلا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے واقعات یا رسول اللہ کے متعلق جو تورات اور انجیل میں بشارت دی گئی تھی۔ جن باتوں کا تمہیں علم ہی نہیں ہے ۔اس پر تمہیں جھگڑے کا حق نہیں پہنچتا ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نہ کسی نے دیکھا نہ ان کا زمانہ پایا۔ نہ ان کے حالات زندگی اور تعلیمات سے آگاہ تھے۔ پھر کیسے کہہ سکتے ہیں ۔کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تو یہودی تھے ۔یاعیسائی تھے۔ ان کی کتابوں میں یہ بات لکھی تھی۔ کہ حضرت محمد ﷺ آنے والے ہیں ۔ ان کے پاس کتاب قرآن مجید موجود ہوگی ۔ اصل دین اور اصل علم اس پر تم توجہ دو۔ جس چیز کا علم ہی نہیں ہے ۔ تمہیں سوچنا چاہئے ۔ اللہ کے پاس علم ہے اللہ جانتا ہے۔ تم نہیں جانتے۔

آیت نمبر67

مَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَٰكِن كَانَ حَنِيفًا مُّسْلِمًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ

حضرت ابراہیم نہ یہودی تھا نہ عیسائی، بلکہ وہ ایک مسلم یکسو تھا اور وہ ہرگز مشرکوں میں سے نہ تھا۔

ترجمہ: حضرت ابراہیم علیہ السلام یہودی نہیں تھے عیسائی نہیں تھے۔ امتِ مسلمہ کے اندر بھی اب بہت سے فرقے اور بہت سی چیزیں آ چکی ہیں ۔اور اصل چیز جس چیز پر ہمیں توجہ دینی چاہیے۔ وہ یہ کہ ہم سب مسلمان ہیں۔ ہم سب اللہ کے رسول ﷺ کو ماننے والے ہیں۔ اور ہمیں اپنی زندگی توحید کے مطابق گزارنی چاہیے۔

اشعار:

یوں تو سید بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو
تم سب بھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو

ابراہیمی نظر پیدا بڑی مشکل سے ہوتی ہے
ہوس چھپ چھپ کے سینوں میں بنا لیتی ہے! تصویریں

یہاں پر جو مسلمِ حنیف کی بات کی گئی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کو ماننے والے تھے- اور توحید آپ علیہ السلام کی گھٹی میں رچی بسی تھی - اللہ تعالیٰ نے فرمایا! کہ میں تو آپ علیہ السلام کو دنیا جہان کے لوگوں کا امام بنانے والا ہوں -

یہ دور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے
بہار ہو کے خزان لا الہ الا اللہ

ادھر ادھر کی تو بات نہ کر یہ بتا کہ قافلہ کیوں لٹا
مجھے رہزنوں کی خبر نہیں تیری راہبری کا سوال ہے

آج پھر یہ ابراہیمی نظر کا انتظار ہے- کوئی ایسا رہنما کوئی ایسا امام مسلمانوں کو مل جائے- کہ مسلمان اپنی کھوئی ہوی منزل کا پتہ پالیں- -
مسلمانوں کو ایسا ہی رہنما مل جائے جو امت مسلمہ کے اندر بہت سے جھگڑے لڑائیاں اختلافات کو ختم کر دے-ان کو متحد کردے - یہاں پر بھی اللہ تعالی نے بات فرمائی کہ تم نہیں جانتے میں جانتا ہوں- کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تو مسلم حنیف تھے - آج امت مسلمہ کیسے فرقوں میں بٹی ہوئی ہے- ہماری یہ ذمہ داری بنتی ہے - قرآن اور حدیث کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھالا جائے -اور پھر صحابہ کرام کی زندگیوں کی مثال ہے - آج آپ دیکھیں کہ لوگ مذاہب کو پروموٹ کرتے ہیں ۔کوئی کہتا ہے ۔کہ ہم شیعہ ہیں ۔وہ اسی پر خوش ہوتے ہیں ۔کوئی کہتا ہے کہ ہم حنفی ہیں ۔توکوئی کہتا ہے۔ کہ ہم شافعی ہیں ۔ بطور دین اصل مذہب تو اسلام ہے۔ یہ سارے نیک اور متقی لوگ تھے۔ ساری زندگی اسلام کو پروموٹ کرتے رہے -
حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "اگر میرے کسی قول کے خلاف کوئ حدیث مل جائے تو میرے قول کو چھوڑ دو اور حدیث پر عمل کرو"۔ اس سے ہماری عملی زندگی میں اصول کیا ملتا ہے -ہمیں کیا کرنا چاہئے - اگرہم جو کر رہے ہیں وہ حدیث کے خلاف ہے ۔تو اس کو ہمیں چھوڑنا ہوگا - کیونکہ اللہ تعالی خود فرماتے ہیں- سورۃ الحشر میں بھی ملتا ہے **وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا ۚ** رسول جو دے۔ وہ لے لو اور جس سے منع کرے اس سے رک جاؤ۔ یعنی **وحی متلو اور وحی غیر متلو** جس کی تلاوت کی جاتی ہے - اور جس کی تلاوت نہیں کی جاتی۔ قرآن اورحدیث دونوں کے مطابق ہماری زندگیوں سوچوں کے زاویے بدلنے چاہئیں۔ہماری سوچوں کا محور اور مرکز قرآن اور حدیث ہونا چاہئے۔ اور اس کے مطابق ہماری زندگی گزرنے چاہئے ہمارے گھر والے اگر کوئی بات کہیں جو قرآن حدیث سے ہٹ کر ہے۔ تو پھر ہمیں رک جانا ہوگا، سوچنا ہوگا یعنی کسی کا بھی مقام اتنا اونچا نہیں کہ قرآن ایک طرف اور اسکی بات ایک طرف ہو۔پھراللہ تعالیٰ فرماتے ہیں-

آیت نمبر 68

إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَهَٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ آمَنُوا ۗ وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ

ترجمہ: حضرت ابراہیم سے نسبت رکھنے کا سب سے زیادہ حق اگر کسی کو پہنچتا ہے تو اُن لوگوں کو پہنچتا ہے جنہوں نے اس کی پیروی کی اور اب یہ نبی اور اس کے ماننے والے اِس نسبت کے زیادہ حق دار ہیں اللہ صرف اُنہی کا حامی و مددگار ہے جو ایمان رکھتے ہوں

یہاں پر ایک اور بڑی خوبصورت بات بتائی جارہی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نہ یہود سے تعلق تھا ، نہ نصاری سے اور نہ ہی مشرکین سے۔ بلکہ وہ تو مسلم حنیف تھے ۔ یہ نسبت خاندان اور نسب سے حاصل ہونے والی چیز نہیں ہے ۔بلکہ اس نسبت کا تعلق اتباع اور اطاعت سے ہے۔ اس اتباع سے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے سب سے زیادہ اقرب ہیں۔ حضرت محمد ﷺ پھر پر ایمان لانے والے صحابہ اور پھر مسلمان ہیں۔ کیونکہ باقی یہود و نصاری یا مشرکین نے دین ابراہیمی کو مسخ کر ڈالا۔ اور اگر آج مسلمان یہ کہیں کہ ہماری حضرت ابراہیم علیہ السلام سے نسبت ہے۔ یا پیارے رسول ﷺ سے لیکن ان کے دین پر نہ چلیں۔ تو ان کی یہ نسبت یا دعویٰ جھوٹا دعویٰ ہے - یہاں یہ بات بتائی جارہی ہے۔ کہ حسب نسب خون کا رشتہ ایک طرف اور ایمان کا رشتہ ایک طرف ہے۔تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کےزیادہ قریب وہ ہیں۔ جنہوں نے ان کی پیروی کی ۔ وہ نسبت کس کو ملی۔؟ رسول اللہ ﷺ کو اور آپ پر ایمان لانے والے مسلمانوں کو ۔اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا حامی اور مددگار ہے ۔اللہ تعالیٰ بتا رہے ہیں کہ اگر باقی لوگ دوستی سے انکارکر دیں جب لوگ اللہ اور اللہ کے رسول کی پیروی نہ کریں تو گھبراؤ نہیں ۔دنیا بھی الگ ہو جائے دنیا دوست نہ بنے ۔ دنیا ولی نہ بنے ۔تو کیا غم ہے ؟

اگر ہو ساری خدای بھی مخالف
کافی ہے! اگر ایک خدا میرے لئے ہے
آیت نمبر 69

وَدَّت طَّائِفَةٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يُضِلُّونَكُمْ وَمَا يُضِلُّونَ إِلَّا أَنفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ

ترجمہ: اے ایمان لانے والو) اہل کتاب میں سے ایک گروہ چاہتا ہے کہ کسی طرح تمہیں راہ راست سے ہٹا دے، حالانکہ در حقیقت وہ اپنے سوا کسی کو گمرا ہی میں نہیں ڈال رہے ہیں مگر انہیں اس کا شعور نہیں ہے۔

اللہ دوست ہے ۔حامی اور مددگار ہے ۔ توجہ دلائی جا رہی ہے کہ ہمیں اصل میں ملت حضرت ابراہیم کے اوپر چلنا چاہیے ۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا! کہ ہر نبی کے کچھ دوست ہوتے ہیں۔ میرے ولی دوست ان میں سے میرے باپ اور میرے رب کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ پھر آپ ﷺنے یہی آیت تلاوت فرمائی۔اے اہل ایمان اہل کتاب میں سے ایک گروہ یہ چاہتا ہے۔ کہ کسی طرح تمہیں راہ راست سے ہٹا دے ۔ کسی طرح کوئی ایسا حیلہ بہانہ کر کے کوئی سازش کر کے تمہیں دین اسلام سے ہٹا دے۔ ساتھ ہی فرمایا !حالانکہ درحقیقت یہ اپنے سوا کسی کو گمراہی میں نہیں ڈال رہے مگر انہیں اس کا شعور نہیں ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اہل کتاب ایسی کوئی سازش کریں کہ تمہیں تمہارے دین سے محروم کر دیں ۔یا تمہارے لیے گمراہی کا کوئی سامان پیدا کر دیں - ایسا نہ ہو کہ تم ان کی باتیں مان کرحضرت ابراہیم کو اور دین حنیف کو اسلام کو چھوڑ دو۔ یہاں پر اہل کتاب کا بغض و عناد کا اوران کی کرتوتوں کا ذکر ہے۔ ان کی پہلی کرتوت کہ وہ چاہتے ہیں۔ جیسے بھی ممکن ہو مسلمانوں کو مسلمان نہ رہنے دیا جائے ۔ یہودی بنا دیا جائے۔ **وَدَّت** ایک گروہ مفسرین کا کہتا ہے - اس سے مراد یہودی ہیں۔ وہ یہ چاہتے تھے ۔کہ مسلمانوں کو گمراہ کریں اور مسلمانوں کو دین سے ہٹا دیں۔ اور اس سے مراد بنو نظیر، بنو قریظہ اور بنوقینقاع کے یہود ہیں ۔جنہوں نے مسلمانوں کو یہودیت کی دعوت دی اور الٹا انہیں اس کا نقصان ہی ہوا۔- پھر دوسری بات کہ کیسے وہ مسلمانوں کو گمراہ کرتے تھے۔ ان کی کتاب میں یہ چیز لکھی ہوئ موجود تھی ۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں گے۔ مگر وہ

کتمان حق کرتے تھے۔ تاکہ لوگ دین قبول نہ کر لیں۔ فطری بات ہے کہ معاشرے کے اندر کچھ پڑھے لکھے لوگ ہوتے ہیں -کچھ ان پڑھ لوگ .تو جب بھی کوئی بات ہو۔ انسان پڑھے لکھے لوگوں کے پاس جاتا ہےکہ اس بارے میں آپ کیا کہتے ہیں اور اگر جو پڑھے لکھے ہوں اور کہیں کہ ہاں یہ ٹھیک ہے۔ تو عوام بھی اس پر عمل کرنا شروع کر دیتی ہیں۔ اگر وہ کہتے ہیں کہ یہ ٹھیک نہیں ہے۔ تو عوام بھی پھر عمل نہیں کرتی ۔ بعض اوقات جب دعوت ملتی تھی۔ تو لوگ ان سے جا کر پوچھتے تھے۔ کہ تم پر بھی تو آسمانی کتابیں اتری ۔ اس میں قرآن کے بارے میں کیا لکھا ہے؟ نبی کے بارے میں کیا ہے؟ **وَمَا يُضِلُّونَ إِلَّا أَنفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ**۔ایسا نہ ہو۔ کہ تمہیں راہ راست سے ہٹا دیں۔ اگر وہ ایسا کریں تو کسی اور کو گمراہی میں نہیں ڈالیں گے۔ بلکہ اپنے آپ کو گمراہ کریں گے۔ اور انہیں اس کا شعور تک نہیں ہے۔

آیت نمبر 70،71

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَأَنتُمْ تَشْهَدُونَ . يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَلْبِسُونَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ

ترجمہ: اے اہل کتاب!کیوں اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہو حالانکہ تم خود ان کا مشاہدہ کر رہے ہوے اہل کتاب!کیوں حق کو باطل کا رنگ چڑھا کر مشتبہ بناتے ہو؟کیوں جانتے بوجھتے حق کو چھپاتے ہو؟

فرمایا !تیسرا ان کا کردار کیا تھا؟ کہ تم حق کو باطل کا رنگ چڑھا کر مشتبہ کیوں کرتے ہو ؟کیوں جانتے بوجھتے حق کو چھپاتے ہو۔حق کو چھپانا کیا تھا ؟کہ تورات کے اندر جو رسول اللہ ﷺ کے اوصاف لکھے ہوئے تھے ۔ لوگوں سے ان کو چھپاتے تھے ۔اور چاہتے تھے۔کہ لوگ کہیں آپ ﷺ کی صداقت کو تسلیم نہ کر لیں ۔ ان کے جرائم کی نشاندہی سورۃ البقرہ میں بھی آئی ہے ۔**وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ (42)** ۔ حق کو باطل کے ساتھ مت ملاؤ اور حق مت چھپاؤ۔ اور تم جانتے ہو اللہ جل جلالہ نے ایک عہد بنی آدم سے عالم ارواح میں لیا تھاکہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے۔ اس کا ذکر **سورہ الاعراف** میں ہے۔ دوسرا عہد انبیاء سے لیا گیا۔ اگر تمہاری زندگی میں کوئی ایسا نبی آئے۔ جو تمہارے پاس پہلے سے موجود کتاب کی تصدیق کرتا ہو۔ تو تمہیں اس پر بھی ایمان لانا ہوگا ۔اور اس کی مدد کرنی ہوگی ۔اس حکم کے بعد اللہ نے تمام انبیاء سے اس حکم کی تصدیق کرائی ۔حضرت ابراہیم حضرت لوط حضرت موسی حضرت ہارون حضرت عیسی حضرت یحیی علیہم السلام۔اب یہی ذمہ داری ہماری بھی ہے۔ کہ رسالت کی گواہی دیں ۔لوگ کہتے ہیں ۔کہ یہاں یہودیوں کے ساتھ ساتھ نصاری بھی شامل ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ یہودیوں کے صرف وہ قبیلے جو مدینہ میں آباد تھے وہی شامل ہیں۔بہرحال دونوں ہی جن کا بھی یہ کردار تھا۔ ان کو اس سے منع کیا گیا ہے۔ پھر مزید اس کی وضاحت کی گئی۔ کہ کیسے حق کو چھپاتے ہیں کیسے وہ آیات کا انکار کرتے ہیں اور کیس طرح مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں آگے مثال سے بتایا۔

آیت نمبر 72

وَقَالَت طَّائِفَةٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمِنُوا بِالَّذِي أُنزِلَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوا آخِرَهُ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ

ترجمہ: اہل کتاب میں سے ایک گروہ کہتا ہے کہ اس نبی کے ماننے والوں پر جو کچھ نازل ہوا ہے اس پر صبح ایمان لاؤ اور شام کو اس سے انکار کر دو، شاید اس ترکیب سے یہ لوگ اپنے ایمان سے پھر جائیں۔

یہ ان کی ایک چال تھی- جو یہودیوں کے مذہبی پیشوا اسلام کی دعوت کو کمزور کرنے کیلئےچالیں چلتے رہتے تھے- مسلمانوں کو رسول اللہ ﷺ سے بدگمان کرنے کیلئے خفیہ طور پر کچھ آدمیوں کو تیار کر کے مسلمانوں کے پاس بھیجتے تھے- اور وہ مسلمانوں کے پاس جا کر اعلان کرتے ۔کہ ہم مسلمان ہو گئے ہیں۔ اور پھر کچھ دیر بعد اس کاانکار کر دیتے تھے -یا صبح ایمان لائے- تو شام کو مرتد ہو جاتے تھے- جگہ جگہ لوگوں میں مسلمانوں میں یہ چیز مشہور کرتے تھے کہ دراصل ہم نے رسول اللہ ﷺ میں نعوذ باللہ اور اسلام میں یہی خرابیاں دیکھی ہیں -تب ہی تو ہم ان سے الگ ہوئے ہیں -ورنہ ہم بھی تو اسلام لائے تھے- ہم نے ان کو دیکھ لیا ہے -ہم ان کے قریب گئے ہم نے ان کو ایسا پایا ہے- پھر ہم کیا کرتے ۔ ہمیں تواس میں کچھ کالا نظر آتا ہے ۔دال میں کالا ہے- ورنہ ایسے تھوڑی ہو سکتا ہے- ہم بھی عام لوگ ہیں ۔ورنہ اس کو قبول کرنے کے بعد ا انکار نہ کرتے- اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان کی سازشیں ان کی یہ خباثتیں بتاتۓ ہیں ۔کہ ان کے طور طریقے کیا تھے؟ اور کس طرح یہ مسلمانوں کو تنگ کرتے تھے-اور اسلام کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے تھے ۔کہ اسلام سچا دین نہیں ہے - صبح اسلام قبول کیا اور شام کو انکار کر دیا- ان کا یہ حسد بہت بڑھا ہوا تھا- اللہ تعالیٰ نے فرمایا!کہ یہ کبھی بھی تمہارے خیرخواہ نہیں ہوسکتے- وہ یہ برداشت کرنے کو تیار نہیں ۔ کہ بنی اسماعیل کے لوگ بھی نبوت اور شریعت میں حصہ دار ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تمام منافقانہ شرارتوں کی طرف مسلمانوں کو متوجہ کیا ہے۔ بعض اوقات خود لوگ عمل نہیں کرتے -اور دوسروں کو بھی کہتے ہیں- کہ نہیں ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے -ضرورت نہیں ہے قرآن کو پڑھنے کی- ایسی بات نہیں ہے۔ کہ دین کو سیکھا جائے یا کلاس میں جایا جائے- ہم گھر بیٹھ کے بھی کر سکتے ہیں - حتیٰ کہ پیزہ بنانا بھی سیکھنا ہو تو کہتے ہیں کہ جا کے صحیح سے کورس کرکے آئیں -چائنیز سیکھنا گاڑی چلاناسیکھنی ہے ۔تو بھی کہتے ہیں کہ جا کر سیکھنا چاہیے۔الغرض دنیا کا چھوٹا ساکام بھی ہم چاہتے ہیں ۔کہ صحیح طریقے سے کریں ۔جہاں دین کی بات ہے- تو ہم کہتے ہیں- نہیں اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے ۔اور جو کر رہے ہوتے ہیں -ان کے حوصلے توڑتے ہیں۔ اسی طرح بعض اوقات لوگ برقع پہنتے ہیں اتار دیتے ہیں ۔داڑھی رکھی پھر کٹوا لی عمل کیا پھر کرنا چھوڑ دیا ۔اور کہا نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔ تو کیا ہوتا ہے کہ لوگ دیکھا دیکھی دین کو کمزور کرنے کی کوشش کرتے ہیں -تو ہم سب کے لیے بھی اس میں عمل کا اصول ہے -کہ ہمارا وجود دین اسلام کے لیے سرمایہ بننا چاہیے ۔اس کے لیے بوجھ نہیں بننا چاہیے -پوری زندگی میں زندگی کے ہر دن اور دن کے ہر لمحے آپ کا عمل دین اسلام کو مضبوط کر رہا ہےیا کمزور کر رہا ہے؟ آپ دین اسلام کے لیے بوجھ ہیں یا اس کے لیے سرمایہ ہیں؟ آپ کا وجود آپ کی باتیں آپ کا عمل آپ کا کردار لوگوں کو پکار پکار کر کہتا ہے -کہ ایسے ہوتے ہیں مسلمان ۔ آپ کا کردار اخلاق عمل لوگوں کے لیے مثال ہونا چاہیے ۔

آیت نمبر 73

وَلَا تُؤْمِنُوا إِلَّا لِمَن تَبِعَ دِينَكُمْ قُلْ إِنَّ الْهُدَىٰ هُدَى اللَّهِ أَن يُؤْتَىٰ أَحَدٌ مِّثْلَ مَا أُوتِيتُمْ أَوْ يُحَاجُّوكُمْ عِندَ رَبِّكُمْ ۗ قُلْ إِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ

ترجمہ: نیز یہ لوگ آپس میں کہتے ہیں کہ اپنے مذہب والے کے سوا کسی کی بات نہ مانو اے نبیؐ! ان سے کہہ دو کہ، "اصل میں ہدایت تو اللہ کی ہدایت ہے اور یہ اُسی کی دین ہے کہ کسی کو وہی کچھ دے دیا جائے جو کبھی تم کو دیا گیا تھا، یا یہ کہ دوسروں کو تمہارے رب کے حضور پیش کرنے کے لیے تمہارے خلاف قوی حجت مل جائے" اے نبیؐ! ان سے کہو کہ، "فضل و شرف اللہ کے اختیار میں ہے، جسے چاہے عطا فرمائے وہ وسیع النظر ہے اور سب کچھ جانتا ہے.

مفسرین کہتے ہیں۔یہ جملہ معترضہ ہے۔ یہ ٹکڑا پوری گفتگو کا جز نہیں۔سلسلہ کلام کے بیچ میں مخاطب کی غلط بات کی سر موقع تردید ہے۔ جملہ معترضہ کسے کہتے ہیں ؟کوئی بات ہو رہی ہے۔ بیچ میں کوئی اور بات کی جائے ۔اس سلسلے میں جب آپ ﷺ کو وحی نازل ہوتی تھی ۔ تو آپ ﷺ جلدی جلدی وحی کو یاد کرتے تھے کہ کہیں میں بھول نہ جاؤں۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے دوران پیارے رسول ﷺ کو فرماتے ہیں۔ کہ تم اپنی زبان کو تیزی سے حرکت مت دو۔ اس کو نازل کرنا اس کو سکھانا اتارنا ۔یہ سب ہمارے ذمہ ہیں۔

سورۃ القیامہ:

تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ (١٦) إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ (١٧) فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ (١٨) ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ (١٩)

ترجمہ: اے نبیؐ، اِس وحی کو جلدی جلدی یاد کرنے کے لیے اپنی زبان کو حرکت نہ دو اِس کو یاد کرا دینا اور پڑھوا دینا ہمارے ذمہ ہے، لہٰذا جب ہم اِسے پڑھ رہے ہوں اُس وقت تم اِس کی قرات کو غور سے سنتے رہو ۔

كَلَّا بَلْ تُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ (٢٠) وَتَذَرُونَ الْآخِرَةَ (٢١)

ترجمہ: ہرگز نہیں، اصل بات یہ ہے کہ تم لوگ جلدی حاصل ہونے والی چیز (یعنی دنیا) سے محبت رکھتے ہو۔اور آخرت کو چھوڑ دیتے ہو

اس کو کہتے جملہ معترضہ۔ کہ بیچ میں کوئی ایسی بات آ جائے ۔جس میں مخاطب کو فوری جواب دے دیا جائے جیسے جو استاد سبق پڑھاتے پڑھاتے یہ کہہ دے ۔کہ ابھی پنکھے مت چلائیں۔ لائٹیں بند کر دیں ۔ یہ جملہ معترضہ ہے ۔اصل میں ہدایت تو اللہ کی ہدایت ہے۔ اس کو آپ الگ کر لیں اور باقی کو ملا کر پڑھیں۔ اللہ تعالی نے کیوں کہا کہ اہل کتاب اپنے آپ کو بہت کچھ سمجھتے تھے۔ ان سے قبلہ کی تبدیلی ہو چکی تھی ۔اور امت وسط مسلمانوں کو بنایا جا چکا ہے۔ اب وہ کہتے کہ اسلام میں فی الواقعہ کوئی خرابی ہے۔ وہ اپنے یہودی ساتھیوں سے کہتے کہ تم اپنے دین کے علاوہ کسی اور کی بات نہ ماننا ۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ "کہہ دو ! اصل ہدایت تو اللہ کی ہدایت ہے ۔یعنی دین تو اللہ کا دیا ہوا دین ہے۔ ایک طرف وہ مسلمانوں کے اندر سازش کے لیے لوگوں کو بھیجتے۔ تواس وقت اللہ تعالی کی طرف سے یہ اظہار کر دیا گیا ۔ دوسری بات کہ وہ کہتے ہیں۔ ایمان نہ لاؤ ۔مگر اس پر جو پیروی کرے ۔تمہارے دین کی ۔ جو دین پہلے تم کو دیا گیا تھا۔ اسی طرح کسی اور کو دے دیا جائے ۔جو کبھی تم کو دیا گیا تھا۔تو کوئی غلط بات نہیں۔ نبی پیغمبر آتے رہے۔ تاکہ حجت بازی کا موقع مل جائے ۔اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی کتابوں میں حق موجود تھا ۔تو پھراگر وہ انکار کریں۔ توا للہ کے نزدیک ایک حجت اور

گواہی قائم ہو جائے گی - جب پتہ تھا تو عمل کیوں نہ کیا -اللہ تعالی نے ان کے اندھے تعصب کو بے نقاب کیا- اصل بات ہدایت جہاں اور جس نبی سے ملے اس کو قبول کر لینا چاہیے -نجات کے حصول کا ذریعہ رب کی پیروی ہے ـنہ کہ یہودیت اور نصرانیت - **إِنَّ الْهُدَىٰ** - هُدَى اللَّهِ اصل میں ہدایت تو اللہ کی ہدایت ہے کہ وہ یہودیوں کو یہ بات سمجھاتے ہیں- کہ اپنے دین کی پیروی کرو- اور اپنے دین سے ہٹ کر پیروی نہ کرو-یہ ان کی گمراہی کی جڑ تھی- نبی'بنو اسماعیل میں آیا بنی اسرائیل میں سے نہ آیا- تو کہنا اپنے نبی کا ہی ماننا ہے- اگر تم نے یہ پیروی کر لی ـتو یہ بات الٹی ہم پر پڑ جائے گی- اگر فائدہ ملے گا -تو یہودیت کی پیروی کریں- مسلمانوں کو ڈگمگانے پھیرنے کے لیے وہ کہتے تھے- کہ تم ایمان کی قبولیت کا اعلان کر دو- لیکن کہنا پھر بھی اپنا ماننا- ایمان یہ ہے ـکہ' کہ میں ایمان لایا پھراس پر ڈٹ جا- پھر فرمایا قُلۡ إِنَّ ٱلۡفَضۡلَ بِيَدِ ٱللَّهِ کہہ دیجئے ! فضل تو اللہ کے ہاتھ میں ہے- اللہ جس قوم میں چاہے نبی بھیج دے- اللہ ہی کی طاقت ہے- یہ تھا ان سازش کا انداز .اللہ تعالی فرماتے ہیں **يُؤۡتِيهِ مَن يَشَآءُۗ** جسے چاہے وہ عطا کرے. وَٱللَّهُ **وَٰسِعٌ عَلِيمٌ** اور اللہ تعالی وسع النظر ہے- یہاں پر اللہ تعالی نے انسانوں کے گروہ کی تنگ خیالی کو اور تنگ نظری کو ظاہر کیا ہے- یہ لوگوں کی بخیلی ہے- کہ لوگ اتنے تنگ نظر ہوتے ہیں ـکہ ایک اچھی چیز ہے -کہیں سے بھی مل جائے کسی بھی مسجد سے کسی بھی اچھے امام سے تو ہمیں وہ چیز سیکھ لینی چاہیے- لیکن لوگ کہتے ہیں- نہیں فلاں کی طرف سے ہے -نا فلاں اس کو متعارف کروا رہا ہے -فلاں ہے کون ؟ تو جس طرح یہود و نصاری کی ذہنی تنگی کو اللہ تعالی نے واضح کیا ہے- اسی طرح آج ہمیں بھی اس بات پر سوچنا چاہیے ـکہ مسلمانوں کے اندر بھی بہت گروہ بندی ہے -اور بہت جھگڑے اور بہت سے مسائل ہیں ـکس کو نبی بنانا ہے-کس کی پاس کتاب آئے گی- یہ اللہ کا فضل و شرف ہے- انسان اس کا ٹھیکے دار نہیں ہے - اللہ بڑا وسیع النظر ہے -اللہ جاننے والا ہے- یہودی کیوں ایسا کہتے تھے؟کہ اپنے دین کے پیروکاروں کے پیچھے ہی چلنا ہے- اور پیارے رسول ﷺ پر ایمان نہیں لانا -اصل میں ان کے اندر ایک حسد تھا- دوسرا وہ چاہتے تھے- کہ دینی پیشوائی بنی اسماعیل میں نہ جائے- ہمارے اندر ہی رہے -اور تیسرا ان کو یہ اندیشہ تھا -کہ اگر ہم نے اعتراف کر لیا -کہ یہ دین اور یہ نبی حق ہے- تو پھر مسلمان اس کو قیامت کے دن ہمارے خلاف حجت بنا دیں گے - **أَوۡ يُحَآجُّوكُمۡ عِندَ رَبِّكُمۡۗ** "دوسروں کو تمہارے رب کے حضور پیش کرنے کے لیے تمہارے خلاف قوی حجت مل جائے"-

آیت نمبر 74
يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَن يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ
ترجمہ: اپنی رحمت کے لیے جس کو چاہتا ہے مخصوص کر لیتا ہے اور اس کا فضل بہت بڑا ہے"

یہاں پر جو چیز بتائی جا رہی ہے- ایک تو یہ کہ رسول اللہ ﷺ کو رحمت للعالمین بنایا گیا- نبی بنایا گیا خاتم النبیین- ایک عظیم اور بے پایاں رحمت اور برکت ہے ـ-دوسری کہ اللہ تعالی نے بنی اسماعیل پر بھی عظیم انعام کیا - اس کے خاندان والوں کو اس عالمگیر برکت کے لیے منتخب کر لیا - بنی اسماعیل 'اور امت مسلمہ پر اس سے کیا ذمہ داری آتی ہے؟کہ ہم اللہ جل جلالہ کی اس عظیم انعام کی قدر کریں، اللہ جل جلالہ کے شکر گزار ہوں اور ایسا نہ کریں کہ بنی اسرائیل کی طرح غصہ یا حسدکی وجہ سے اللہ تعالی کی اس عظیم برکت سے محروم ہو جائیں ـیہ اللہ کی مشیت ہے -اللہ جس کو چاہے عطا کرے-

آیت نمبر 75

وَمِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مَنْ إِن تَأْمَنْهُ بِقِنطَارٍ يُؤَدِّهِ إِلَيْكَ وَمِنْهُم مَّنْ إِن تَأْمَنْهُ بِدِينَارٍ لَّا يُؤَدِّهِ إِلَيْكَ إِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَائِمًا ۗ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْأُمِّيِّينَ سَبِيلٌ وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ

ترجمہ: اہل کتاب میں کوئی تو ایسا ہے کہ اگر تم اس کے اعتماد پر مال و دولت کا ایک ڈھیر بھی دے دو تو وہ تمہارا مال تمہیں ادا کر دے گا، اور کسی کا حال یہ ہے کہ اگر تم ایک دینار کے معاملہ میں بھی اس پر بھروسہ کرو تو وہ ادا نہ کرے گا الّا یہ کہ تم اس کے سر پر سوار ہو جاؤ اُن کی اس اخلاقی حالت کا سبب یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں، "امیوں (غیر یہودی لوگوں) کے معاملہ میں ہم پر کوئی مواخذہ نہیں ہے" اور یہ بات وہ محض جھوٹ گھڑ کر اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں، حالانکہ انہیں معلوم ہے کہ اللہ نے ایسی کوئی بات نہیں فرمائی ہے آخر کیوں اُن سے باز پرس نہ ہوگی؟

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں!اهل کتاب کا کردار کیا ہے ؟ اور کس طرح ا اخلاقی طور پر ان کے اندر زوال آیا ہے،۔اور اس زوال کی وجہ اللہ تعالیٰ نے یہاں بتائی ۔کہتے ہیں کہ ان کے اندر اچھے لوگ بھی ہیں -اور برے لوگ بھی ہیں ۔ ان کا مجموعی اخلاق اور کردار بتایاجا رہا ہے۔ کہ ان کے حسد نے ان کے مجموعی اخلاق کو کس طرح متاثر کیا ہے؟ ۔ اس معاملے میں یہ کسی اخلاقی اور شرعی پابندی کے قائل نہیں ہیں۔ اگر ان کے پاس امانت رکھی ہو۔ تو اس میں خیانت کرتے ہیں ۔کہ یہ تو کافر کا مال ہے ۔اس کو دبا لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کافر کا مال ہے یعنی جو ان کی شریعت کو نہیں مانتا اس کو کافر کہتے ہیں -کہ ان کے مال کو اگر ہم لے لیں ۔تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس کی ایک اور مثال بھی دیتے ہیں ،مثلاً یہودی کہتے تھے۔ کہ غیر اسرائیلیوں کےجائز نا جائز مال کو ہڑپ کیا جا سکتا ہے۔ ہماری کتابوں میں اس کا جواز ملتا ہے۔ تلمود میں کہا گیا۔ اگر اسرائیلی کا بیل کسی غیر اسرائیلی کے بیل کو زخمی کر دے ۔تو اس پر کوئی تاوان نہیں ۔مگر غیر اسرائیلی کا بیل اگر اسرائیلی کے بیل کو زخمی کر دے۔ تو اس پر جرمانہ ہے۔ تاوان ہے -گردو پیش آبادی اگر اسرائیلیوں کی ہو تو اعلان کرنا چاہیے۔ اگر غیراسرائیلیوں کی ہو تو اسے بلا اعلان وہ چیز رکھ لینی چاہیے ۔رابی شمائل کہتا ہے۔ کہ اگر امیّ اور اسرائیلی کا مقدمہ قاضی کے پاس آئے۔ تو اگر قاضی اسرائیلی قانون کے مطابق اپنے مذہبی بھائی کو جتوا سکتا ہو۔ تو اس کے تحت جتوائے -اور کہے کہ یہ ہمارا قانون ہے -اور اگر امیّوں کے قانون کے مطابق جتوا سکتا ہو -تو اس کے تحت جتوائے -اور کہے کہ یہ تمہارا قانون ہے -اگر دونوں قانون اس کا ساتھ نہ دیتے ہوں۔ تو پھر جس حیلے سے بھی وہ اسرائیلی کو کامیاب کر سکتا ہو کرے ۔رابی شمائل کہتا ہے ۔کہ غیر اسرائیل کی ہر غلطی سے فائدہ اٹھانا چاہیے ۔ یہاں پر جو بات بتائی جارہی ہے وہ یہ کہ بنی اسرائیل کے لوگوں میں _خودغرضی تنگدلی_اور بخل اور مال سے غیر معمولی محبت پائی جاتی تھی - ان کے اندر بھی سود حرام تھا۔ خیانت کرنا حرام تھا -یہ ساری چیزیں ان کے اندر بھی حرام تھی ۔لیکن وہ کہتے تھے -غیر یہودیوں سے سود حاصل کر سکتے ہیں۔ اپنے یہودیوں سے نہیں۔ جیسے آج مسلمان بھی یہ کہتے ہیں -کہ کافر سے سود لیا جا سکتا ہے -یعنی اس کو جائز سمجھتے ہیں۔تو سود جب ہے ہی حرام ۔وہ اپنوں سے لینا یا کافروں سے لینا ایک ہی بات ہے ۔ یہاں پر اللہ تعالی نے ایک ایسے شخص کی مثال دی ہے ۔کہ اگر اسے ایک دینار بھی دے دیں -تو اسے واپس لینا مشکل ہو جاتا ہے۔ ایک دینار حالانکہ ایک دینار کی کوئی حیثیت نہیں ہے -کیونکہ اس کے اندر مال کی بڑی محبت پائی جاتی ہے ۔رہی دیانتدار آدمی کی مثال تو ہر قوم اور امت میں کچھ لوگ بے مثال ہوتے ہیں ۔ یہودیوں میں بھی کچھ لوگ ایسے ہیں۔ جو کہ سود خوری اور ناجائز طریقوں سے مال کو حرام سمجھتے ہیں - تم اگر مال کا ڈھیر بھی اس کو دے دو -تو تمہیں واپس دے دے گا ۔

حدیث: 'حضرت عبداللہ بن سلام ضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے۔ایسے ہی شخص تھے۔کسی نے ان کے پاس بارہ اوقیہ سونا بطور امانت رکھا۔ جب مالک نے اپنی امانت طلب کی۔ تو فورا ادا کر دی، اب ان کے مقابلے میں ایک یہودی تھا۔ فحاص نامی کسی نے ایک اشرفی اس کے پاس امانت کی رکھی۔ جب اس نے امانت طلب کی تو وہ مکر گیا

- یہاں ان کا مجموعی کردار بتایا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں ۔**لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْأُمِّيِّينَ سَبِيلٌ** کہ غیر یہودیوں کے معاملے میں امیّوں کے معاملے میں ہمارے اوپر کوئی پکڑ نہیں ہے ۔مسلمان بھی اب ایسے ہی کہتے ہیں ۔کہ کافروں کے ساتھ جھوٹ بولا جا سکتا ہے ۔ان کے ساتھ زیادتی کی جا سکتی ہے ۔ان کو مارا پیٹا جا سکتا ہے۔ ان کے ساتھ کریڈٹ کارڈ پر فراڈ کیا جا سکتا ہے ۔امریکہ میں ایک مسئلہ آیا تھا ۔سامنے ایک عورت کا بیٹا تھا ،جو کریڈڈ کارڈ کے فراڈ کے ذریعے پیسے نکالتا تھا۔ اور کہتا کیونکہ کافر ہیں۔ ان کے ساتھ ہم یہ کر سکتے ہیں ۔اور وہ بھی یہ کہتے تھے۔ کہ امیّوں کے معاملے میں ہم پر کوئی پکڑ نہیں ہے ۔تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ **وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ** اوریہ بات وہ محض جھوٹ گھڑ کر اللہ کی طرح منسوب کرتے ہیں - حالانکہ انہیں معلوم ہے ۔کہ اللہ نے ایسی کوئی بات نہیں فرمائی ۔،اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں ہجرت کی لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صادق اور امین پکارتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ امانتیں تھیں۔ جان کا خطرہ تھا اور حضرتعلی رضی اللہ تعالی عنہ کو مقرر کیا۔ کہ یہ دے کر چلے آنا ۔یہ ہے ذمہ داری۔ مال کی محبت نہ ہو بلکہ امانت داری کو پورا کرنا چاہیے ۔اللہ تعالیٰ فرماتے۔

آیت نمبر 76

بَلَىٰ مَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ وَاتَّقَىٰ فَإِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ

ترجمہ: جو بھی اپنے عہد کو پورا کرے گا اور برائی سے بچ کر رہے گا وہ اللہ کا محبوب بنے گا، کیونکہ پرہیز گار لوگ اللہ کو پسند ہیں۔

امانتوں کا امین ہونا بھی ہماری ذمہ داری بنتی ہے ۔بعض وقت کسی سے جھگڑا ہو جائے۔ تو کہتے ہیں۔ اب اس کا قرضہ واپس نہیں کرنا۔ کسی کے ساتھ لڑائی ہو جائے۔ تو کہتے ہیں کہ اب کوئی ضرورت نہیں اس کی امانت اس کا خیال رکھا جائے۔ اللہ ایسے لوگوں کو پسند ہی نہیں کرتا ۔ تو کوئی ہے جو اپنے وعدے کو پورا کرے اور متقی بن جائے۔ پس بے شک اللہ متقی لوگوں کو پسند کرتا ہے ۔تو گری پڑی چیزوں کو اٹھانا اور اس کے مالک تک پہنچانا ۔ ہماری سب کی ذمہ داری ہے کہ جو بھی امانتیں ہیں ان کو ہڑپ نہیں کرنا چاہیے، وہ حرام ہے ۔کہ انسان ان کو کھا جائے ۔

آیت نمبر 77

إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ وَلَا يَنظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ

ترجمہ: رہے وہ لوگ جو اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کو تھوڑی قیمت پر بیچ ڈالتے ہیں، تو ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں، اللہ قیامت کے روز نہ اُن سے بات کرے گا نہ اُن کی طرف دیکھے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا، بلکہ اُن کے لیے تو سخت دردناک سزا ہے۔

پھر فرمایا ۔ اللہ کے عہد اور قسموں کے بدلے تھوڑا سا فائدہ نہیں حاصل کرنا چاہیے ۔یعنی کوئی وعدہ کر لیا ۔کوئی قسم کھا لی ۔اور قسم دنیا کے چھوٹے سے فائدے کے لئے نہیں کھانی چاہیے ۔عہد اللہ سے مراد کیا ہے؟عہد اللہ کتاب اور شریعت کتاب اور شریعت کی حیثیت اللہ اور بندے کے درمیان معاہدے کی ہے- تو ہمیں کتاب کے مطابق اپنی زندگیوں کے فیصلے کرنے چاہیے ۔اور ایمان سے مراد عہد و پیمان ہے ۔اجتماعی زندگی میں اس کی بڑی اہمیت ہے ۔معاشرتی زندگی معاملات دراصل اسی سے چلتے ہیں ۔انسان آپس میں عہد کرتا ہے ۔ اعتماد کرتا ہے اور حسن ظن کرتا ہے ۔اور آگے بات کو چلاتا ہے کسی سےکوئی چیز لینی ہے ۔ کسی سے ملنا ہے (کسی سے رشتہ کرنا ہے کوئی سامان بیچنا ہے تو ایسا نہیں کرنا چاہیے کہ انسان اللہ کی کتاب کو بیچنا چاہے یا پھر یہ کہ اپنے وعدوں کو ہی توڑ دے۔ اور یہاں پر جو ایسا کرے گا ۔اس کے لیے کچھ سزائیں بتائی گئی ہیں ۔ان میں سے پہلی **أُوْلَٰٓئِكَ لَا خَلَٰقَ لَهُمۡ فِي ٱلۡأٓخِرَةِ** کہ آخرت میں ان کو کچھ بھی نہیں ملے گا ۔کوئی حصہ ہی نہیں ہے کیونکہ ان کا اخلاق اور کردار ہی اچھا نہیں ہے ۔دوسری اللہ جلالہ ان سے کلام نہیں کرے گا ۔تیسری بات اللہ جلالہ ان کی طرف قیامت کے دن دیکھے گا بھی نہیں۔ یہ اللہ جلالہ کی ناراضگی کی انتہا ہے ۔کسی سے انسان ناراض ہوتو اس کی طرف دیکھتا تو ہے ۔ لیکن جب بہت ناراض ہوتا ہے تو آنکھیں بھی نہیں ملاتا ۔تو اللہ اس کی طرف دیکھے گا بھی نہیں۔ پھر اگلی چوتھی سزا **وَلَا يُزَكِّيهِمۡ** ۔ انہیں پاک بھی نہی کرےگا۔ ایسے سخت جرائم ہیں ۔ان کے گناہوں کے میل دنیا میں لگ گئے تھے ۔اب اللہ جلالہ**ان** کو دھوئے گا نہیں ۔ ان کو پاک نہیں کرے گا۔ **وَلَهُمۡ عَذَابٌ أَلِيمٞ** ۔ اب ان کے لئے سخت دردناک سزا ہے

حدیث۔ اس سلسلے میں عشق بن قیس کہتے ہیں ۔کہ یہ آیت میرے حق میں اتری میرے کچھ چچا ذاد بھائی کی زمین ' میرے پاس ایک کنواں تھا ۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا ۔گوا ہ لاؤ۔ ورنہ ا س سے قسم لے لو ۔میں نے عرض کیا ۔یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ تو قسم کھا جائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **!جو شخص** کسی مسلمان کا مال مار لینے کی نیت سے خام خواہ جھوٹی قسم کھائے۔ تو جب وہ اللہ سے ملے گا ۔تو اس وقت اللہ اس پر غضبناک ہوگا ۔روایۃ بخاری

۔لوگ قسم کھا لیتے ہیں ۔جیسے سامان بیچتے قسم کھا کے کہتے ہیں ۔کہ ہم تو اس میں کوئی نفع نہیں حاصل کر رہے ۔ آپ کپڑا بیچ رہے ہیں ۔سبزی بیچ رہے ہیں ۔اسی طرح بعض لوگ قسم کھا کے کہتے ہیں اس گھر کامجھے اس سے زیادہ کرایہ مل رہا ہے ۔ اور بھی اس طرح کی جھوٹی سچی لوگ بہت سی باتیں ہیں ۔

حدیث: اسی طرح حضرت عبداللہ بن ابی عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ ایک شخص نے بازار میں اپنا مال رکھا ۔اور ایک مسلمان کو بیچنے کے لیے جھوٹی قسم کھا کر کہنے لگا کہ مجھے اس مال کی اتنی قیمت ملتی تھی - حالانکہ یہ بات غلط تھی- تب اللہ جلالہ**نے** یہ آیت نازل کر دی روایت بخاری ۔تو اس سے ہمیں پتہ چلا۔کہ کسی سے کوئی چیز ادھار لینا ۔پھر مکر جانا قسم اٹھا لینا یہ بھی سب بددیانتی کی قسمیں ہیں- اور ہمیں قرآن اور حدیث سے ایسی بہت سی باتیں پتہ چلتی ہیں ۔کہ یہ سب چیزیں حرام ہیں کیونکہ

حدیث: امام مسلم نے ایک حدیث کو روایت کیا ۔کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔تین قسم کے لوگ ایسے ہیں- جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات نہیں کرے گا ۔اور نہ ان کی طرف دیکھے گا ۔اور نہ ان کو پاک صاف کر کے جنت میں داخل کرے گا ۔بلکہ ان کو دردناک عذاب دے گا ۔حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ نے پوچھا !اے اللہ کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم**ناکام** اور نامراد لوگ کون ہیں ۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم**نے** فرمایا

۔ایک شخص وہ جو ازراہ غرور اپنے تہبند کو ٹخنوں کی نیچے تک لٹکاتا ہے ۔دوسرے وہ شخص جو احسان جتاتا ہے۔ تیسرا وہ شخص جو جھوٹی قسم کے ذریعے اپنا مال تجارت کو فروغ دیتا ہے ۔

حدیث: اسی طرح ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ! کہ تو اپنے بھائی سے مناظرہ نہ کر۔ اور نہ اس سے مذاق کر۔ اور نہ ہی وعدہ کر کے اس کی خلاف ورزی کر۔

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا۔ اگر آدمی اپنے بھائی سے وعدہ کرے ۔اور اس کی نیت اس وعدہ کو پورا کرنے کی ہو۔ پھر وہ پورا نہ کر سکا اور مقررہ وقت پر نہ آیا ۔تو وہ گناہگار نہ ہوگا

کوشش کرنی چاہتا تھا، پھر ہو نہ سکا۔ تو اللہ پھر اس کو پکڑے گا نہیں ۔لیکن جب نیت کی اور ساتھ ہی پورا نہیں کیا ۔جان بوجھ کے اس کو توڑا۔تو اللہ جل جلالہ کے ہاں اس کی بڑی سخت پکڑ ہے۔
تو ان ساری باتوں سے ہمیں پتہ چلتا ہے ۔کہ جھوٹی قسمیں نہیں کھانی چاہیئے اور جو وعدے کریں تو ان کو پورا کرنا چاہئے۔ دنیا کے لحاظ سے پھر کتنا ہی نقصان کیوں نہ ہو رہا ہو۔ تو اللہ تعالی ہم سب کو عمل کی بہترین توفیق عطا فرمائے آمین۔

سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِکَ، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ، اَسْتَغْفِرُکَ وَ اَتُوْبُ اِلَیْکَ